شاہد عادل

عورتوں کے اسلامی حقوق
اور
نابالغ لڑکیوں کی شادی

موجودہ سیاسی سرگرمیوں کے نتیجے میں ہماری بہنوں کو جن "اسلامی حقوق" کے سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں، قارئین اس کی جھلک طلوعِ اسلام کے پچھلے شمارہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ملک میں جو عائلی قوانین نافذ ہیں وہ سراسر غیر اسلامی ہیں جبکہ اسلام عورتوں کو اس سے زیادہ عمدہ اور اچھے حقوق عطا کرتا ہے۔ اس لئے جمہوریت کی بحالی کے بعد "اسلام پسند" سیاست دان جو سب سے پہلا کارنامہ سرانجام دیں گے، وہ عائلی قوانین کی منسوخی ہوگا۔ پچھلے شمارے میں یہ دکھایا گیا تھا کہ کس طرح عائلی قوانین کی منسوخی کے بعد ہماری بہنوں کو ایک دفعہ پھر حلالہ جیسی شرمناک لعنت کا شکار ہونا پڑے گا۔ اب یہ دیکھئے کہ یہ حضرات کس طرح قوم کی نابالغ معصوم بچیوں کو اپنی سیاست کی قربان گاہ کی بھینٹ چڑھائیں گے۔

صغر سنی کی شادی اور اس پر پابندی کا مطالبہ

ہمارے ملک میں عائلی قوانین کے نفاذ سے پہلے اس قسم کے جھگڑے عام طور پر سننے جاتے تھے کہ فلاں بچی کا نکاح پانچ سال کی عمر میں کر دیا گیا۔ لیکن جب لڑکی نے ہوش سنبھالا تو وہ اس رشتے کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اسی طرح ان لڑکوں کا معاملہ تھا جن کی شادی بلوغت سے پہلے کر دی جاتی تھی۔ چنانچہ اکثر و بیشتر یہ معاملات عدالتوں میں جاتے اور پھر ہمارے وکیل حضرات ایسی ایسی بال کی کھال نکالتے جس سے دونوں فریقوں کی خوب خوب فضیحتی ہوتی اور انہیں سخت بے عزتی کا سامنا کرنا پڑتا۔ بعض اوقات فریقین اس بے عزتی کو محسوس کرتے تو یہ چیز دونوں خاندانوں میں دائمی دشمنی کا سبب بن جاتی۔ یہاں تک کہ نتیجہ خون خرابے کی صورت میں نکلتا۔ ہمارے معاشرے میں یہ واقعات اس کثرت سے ہونے لگے کہ

علماء حضرات تک بھی زیادہ دیر تک اس برائی سے آنکھیں بند نہ رکھ سکے اور اسے ختم کرنے کے لئے انہوں نے بھی نابالغ لڑکوں لڑکیوں کی شادیوں پر پابندی لگانے کا یوں مطالبہ کیا۔

"اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کم سنی کے نکاحوں کی روک تھام کی جائے اور کم از کم ایسے نکاحوں کو لازم قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ اکثر لڑکے جن سے ابتدا میں اچھی توقعات قائم کی جاتی رہیں، آگے چل کر سخت بداخلاقیوں اور بری عادتوں اور فاسد اعتقادات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

(حقوق الزوجین۔ طبع ششم۔ صفحہ ۱۱۹)

مصر میں عائلی قوانین کا نفاذ

ان الفاظ کے فرمانے والے جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان ہیں۔ آپ نے یہ مطالبہ آج سے تیس چالیس سال پہلے کیا تھا جب ان کی علمی زندگی ہنوز سیاست سے ملوث نہیں ہوئی تھی۔ اس زمانے میں مصر میں تازہ تازہ عائلی قوانین نافذ ہوئے تھے جن میں عائلی زندگی کی خرابیوں کے خلاف قانون سازی کی گئی تھی مودودی صاحب نے بھی ان قوانین سے متاثر ہو کر بالکل اسی مواد پر اپنی کتاب حقوق الزوجین تصنیف فرمائی تھی اور اس کتاب میں مصری عائلی قوانین کی یوں تعریف فرمائی تھی۔

مصر میں جب (MIXED TRIBUNALS) قائم کئے گئے تھے تو وہاں بھی ایک ایسے مجموعہ قوانین کی ضرورت محسوس کی گئی تھی جن میں نہایت مستند ماخذ سے تمام ضروری قوانین یکجا مرتب کر دیئے گئے ہوں۔ چنانچہ حکومت مصر کے ایماء سے قدری پاشا کی صدارت میں علمائے ازہر کی مجلس نے اس کام کو انجام دیا اور مجلس کے مرتب کئے ہوئے مجموعہ کو سرکاری طور پر تسلیم کر کے عدالتوں میں رائج کیا گیا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۹)

مصری عائلی قوانین کی یہ تعریف صرف مودودی صاحب تک محدود نہ تھی بلکہ اس وقت جماعت کے ہر قابل ذکر اہل علم نے اس کی تعریف کی۔ یہاں تک کہ قیام پاکستان کے بعد عائلی قوانین کے نفاذ سے کچھ عرصہ پہلے جماعت اسلامی کی اس وقت کی شخصیت نمبر ۲ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ان قوانین کے بارے میں یوں فرمایا۔

"آخر میں ایک کمیٹی مراغی مرحوم کی صدارت میں قائم ہوئی تھی جس کے ارکان میں مفتی شیخ عبدالمجید سلیم اور مصر کے چیف جسٹس شیخ اللہ سلیمان بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے پرسنل لا سے متعلق قوانین نئے طریقے پر مرتب کرائے

اور اس میں کسی ایک متعین فقہ کی تقلید کے بجائے اسلام کے تمام فقہی مذاہب سے فائدہ اٹھائے۔ یہ کمیٹی ہمارے نزدیک صحیح اصول پر ایک صحیح مقصد کے لئے بنائی گئی تھی۔"

(ماہنامہ چراغِ راہ۔ کراچی۔ اسلامی قانون نمبر جلد دوم ص ۳۲ ۹۶ء)

مختصر یہ کہ مصری عائلی قوانین پر کوئی معمولی سا اعتراض کرنا تو کجا ان حضرات نے ہر لحاظ سے انہیں سراہا، اور انہی کی بنیاد پر اپنی کتاب "حقوق الزوجین" تصنیف فرمائی۔ ہمارے ملک میں جو عائلی قوانین نافذ ہوئے، وہ بھی کم و بیش مصری قوانین سے ملتے جلتے تھے۔ اس لئے اگر ان قوانین اور "حقوق الزوجین" کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں میں اگر کوئی فرق ہے تو الفاظ و اصطلاحات کا۔ روح ایک ہے۔

صغرسنی کی شادی کیخلاف مصری قانون

صغرسنی کی شادیوں سے پیدا ہونے والی قباحتوں کے بارے میں ہم مودودی صاحب کی رائے ابتدا میں نقل کر آئے ہیں۔ مصر میں ان خرابیوں کو ہم سے بھی پہلے محسوس کیا گیا تھا۔ قرآنی احکام یعنی یہ کہ شادی فریقین کے درمیان ایک پختہ معاہدہ ہے (میثاقًا غلیظًا۔ النساء ۲۱) کو سامنے رکھا جائے تو اس پختہ معاہدے کے لئے بلوغت ایک لازمی شرط قرار پاتی ہے۔ اس بارے میں قرآنی احکام ہم ذرا آگے چل کر بیان کریں گے۔ لیکن قدامت پسند علماء کے اعتراض سے بچنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ صغرسنی کی شادی پر پابندی کے لئے فقہ سے بھی استدلال کیا جائے۔ یہ مسئلہ ہمارے ارباب مذاہب ائمہ فقہ کے نزدیک اختلافی تھا۔ چنانچہ حکومتِ مصر نے سلف صالحین میں سے امام ابن شبرمہ کے مسلک کو اختیار کر کے شادی کے لئے لڑکی کی عمر سولہ سال اور لڑکے کے لئے اٹھارہ سال مقرر کر دی۔ (مصری قانون نمبر ۶۰۔ مورخہ ۳ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ)

امام ابن شبرمہ نے صغرسنی کی شادی کے خلاف یہ استدلال قرآنِ مجید ہی سے کیا تھا۔ حنفی فقہ کے ایک امام علامہ سرخسی سلف صالحین کے اس مسلک کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يقوله ابن شبرمة و ابوبكر الاصم انه لا يزوج الصغير والصغيرة حتى يبلغا لقوله تعالىٰ حتىٰ اذا بلغوا النكاح فلوجاز التزويج قبل البلوغ لم يكن لهذا فائدة۔ (المبسوط جلد ۴ صفحہ ۱۹۳)

امام ابن شبرمہ اور ابوبکر اصم نے نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کی شادی کی مخالفت کی ہے۔ ان کی دلیل یہ قولِ باری تعالیٰ ہے۔ حتىٰ اذا بلغوا النكاح۔ اگر بلوغت سے پہلے نکاح جائز ہوتا تو یہ آیت بے سود تھی۔

برصغیر میں عائلی قوانین کی ضرورت

اب آپ ایک بار پھر مودودی صاحب کے مصلحتی اسلام کیطرف آئیے۔ عائلی قوانین کے نفاذ سے پہلے مسلمانوں میں جو احکامِ شریعت اس باب میں نافذ تھے، ان سے جو نتائج پیدا ہو رہے تھے، ان کا ذکر کرتے ہوئے مودودی صاحب نے لکھا تھا۔

> اس افسوسناک حالت نے مسلمانوں کی تمدنی زندگی کو جو نقصانات پہنچائے ہیں ان میں سب سے زیادہ نقصان یہ ہے کہ اس نے کم از کم ۷۵ فیصدی گھروں کو دوزخ کا نمونہ بنا دیا ہے۔ اور ہماری آبادی کے ایک بڑے حصے کی زندگیاں تلخ بلکہ برباد کر دی ہیں۔
>
> (حقوق الزوجین۔ صفحہ ۹)

چنانچہ زمانے کے تقاضوں نے مجبور کیا اور حکومتِ پاکستان کی طرف سے عائلی قوانین کا نفاذ ہوا جن میں بیشتر وہی اصلاحات عمل میں لائی گئیں جو عرصہ پہلے مصر میں رائج ہو چکی تھیں اور جن کا مودودی صاحب نے اپنی کتاب حقوق الزوجین میں مطالبہ کیا تھا۔ انہی میں سے ایک قانون شادی کی عمر کا تعین ہے جو شاید مصری قوانین کے تتبع میں امام ابن شبرمہ کے مسلک کے مطابق اختیار کیا گیا جس میں شادی کے لئے لڑکی کی عمر سولہ سال اور لڑکے کے لئے اٹھارہ سال مقرر کی گئی۔

قوم کی معصوم بچیاں سیاست کی قربانگاہ پر

لیکن دنیا یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ جن اصلاحات کا مطالبہ اس سے پہلے یہ حضرات خود کیا کرتے تھے جب وہ اصلاحات حکومت کی طرف سے نافذ ہوئیں تو انہوں نے ان کی سخت مخالفت کی حتّٰی کہ انہیں قرآن کے خلاف قرار دے دیا۔ چنانچہ شادی کے لئے بلوغت کی شرط کے متعلق ارشاد ہوا کہ

> یہ قرآن کے صریح حکم کے خلاف اور ان مصالح سے متصادم ہے جنہیں اسلامی شریعت نے اہمیت دی ہے۔ قرآن مجید میں بالفاظ صریح ایسی لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے جس کو ابھی حیض نہ آیا ہو۔ سورۃ طلاق کی آیت ۴ میں بتایا گیا ہے کہ جن عورتوں کا حیض آنا بند ہو چکا ہو یا جن عورتوں کو ابھی حیض آنا نہ شروع ہوا ہو ان کے معاملے میں عدتِ طلاق تین مہینے ہے[1]۔ اب یہ ظاہر ہے کہ عدتِ طلاق کا سوال پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے نکاح ہو چکا ہو۔ اس طرح قرآنِ مجید صریح طور پر اس لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا ہے جس کو حیض آنا نہ شروع ہوا ہو۔ ہمارے ملک میں بالعموم لڑکیاں

---

[1] طلوعِ اسلام میں اس غلط استدلال کا ابطال اس سے بیشتر کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے (طلوعِ اسلام)

کو ۱۲ برس کے لگ بھگ عمر میں حیض آنا شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن کی رُو سے
اس سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔"

(عائلی قوانین پر چودہ علماء کے اعتراضات ۔ صفحہ ۱۹۔۲۰)

صغرسنی کی شادی کی قباحتوں اور اس پر پابندی لگانے کے بارہ میں مودودی صاحب کے ان ارشادات کو ایک مرتبہ پھر سامنے لایئے جو ہم اس مضمون کی ابتداء میں نقل کر آئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "حقوق الزوجین" میں جہاں صغرسنی کی شادیوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا وہاں کہیں اس امر کی طرف اشارہ تک بھی نہیں ملتا کہ یہ پابندی قرآنِ مجید سے متصادم ہے۔ لیکن جونہی حکومتِ پاکستان نے یہ پابندی لگائی، فوراً قرآن مجید سے اس کا تصادم ہو گیا۔ خیال رہے کہ ان حضرات نے جہاں عائلی قوانین کے دوسرے معاملات میں بار بار فقہ کا حوالہ دیا ہے اس کا یہاں اسلئے نام نہیں لیا کہ اس کے مطابق یہ ایک اختلافی مسئلہ قرار پاتا ہے اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق دوسرے مذہب کے امام کا مسلک بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

کیا یہ پابندی قرآن سے متصادم ہے؟

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ حضرات جو شادی کے لئے بلوغت کی عمر کو لازم قرار دینے کو قرآن سے متصادم قرار دے رہے ہیں تو کیا یہ واقعی ایسا ہے؟ سب سے پہلے تو اسی آیت کو لیجئے جس سے اب یہ حضرات نابالغ بچیوں کا نکاح ثابت کر رہے ہیں۔ (و اللّٰتی لَمْ یَحِضْنَ۔ اردو میں قرآن مجید کے متعدد ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ ان سب میں اس آیت کا ترجمہ کم و بیش ان الفاظ میں دیا گیا ہے "کہ جن عورتوں کو حیض نہ آسکا ہو" اور جہاں تک میرا مطالعہ میری رہنمائی کرتا ہے کسی قدیم ترجمے میں یہ نہیں لکھا کہ جن عورتوں کو حیض آنا شروع نہ ہوا ہو۔ آیت کو یہ معانی عائلی قوانین کے نفاذ کے بعد پہنائے جا رہے ہیں۔ اسلامی فقہ کی معتبر کتابوں میں امام ابن شبرمہ کا مسلک دیا ہوا ہے اور امت کے لاکھوں علماء میں سے کسی نے اسے قرآن سے متصادم نہ کہا۔ بلکہ امام ابن شبرمہ نے تو استدلال ہی قرآن مجید سے کیا تھا۔ خیال رہے کہ امام ابن شبرمہ تابعی تھے اور کئی صحابہ کرامؓ سے بالمشافہ روایت کی تھی۔ یہاں تک کہ طبرانی نے اپنی کتاب اوسط میں عبدالوارث کی زبانی جو روایت نقل کی ہے اس کے مطابق معاصر فقہاء امام ابن شبرمہ کو امام ابوحنیفہؒ پر فوقیت دیتے تھے۔

اب آپ قرآن مجید کی طرف آیئے:۔

(۱) قرآن حکیم نے نکاح کو میثاقاً غلیظًا (۴-۲۱) یعنی پختہ معاہدہ قرار دیا ہے اور معاہدہ کے لئے ضروری ہے کہ فریقین بالغ ہوں۔

(۲) قرآن حکیم نے بلوغت ہی کو نکاح کی عمر قرار دیا ہے۔ وابتلوا الیتٰمٰی حتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ (۴-۶)

(یتیموں کے سرپرست ہو تو مال ان کے حوالے کرنے کے لئے) ان کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔

تمام فقہاء ائمہ تفسیر اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں نکاح کی عمر سے بلوغ مراد ہے۔ یعنی یتیموں کو اس وقت ان کا مال دینا چاہیئے جب وہ بالغ ہو جائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم بلوغ کو ہی نکاح کی عمر قرار دیتا ہے۔

نکاح کے لئے باہمی رضامندی

قرآن مجید کی رُو سے نکاح کے لئے باہمی رضامندی ضروری ہے۔ چنانچہ مردوں کے متعلق ارشاد ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ (تو ایسی عورتوں سے شادی کرو جو تمہیں پسند ہوں)۔ اور عورتوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا۔ (تمہارے لئے قطعاً جائز نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ۔) لہٰذا جس نکاح میں مرد اور عورت دونوں کی رضامندی شامل نہیں وہ نکاح قرآن کی رُو سے نکاح ہی نہیں کہلا سکتا۔

اتنی واضح قرآنی تعلیمات کے باوجود ان حضرات کو نکاح کے لئے بلوغت کی شرط قرآن مجید سے متضاد نظر آتی ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی عمر

اس موضوع پر ان واضح قرآنی احکامات کے بعد حدیث و فقہ سے اگر صغرسنی کی شادی کی اجازت ملتی ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ اباحت کا درجہ رکھتی ہے۔ اسے فرض یا واجب نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے اگر کسی مباح فعل سے قباحتیں پیدا ہو رہی ہوں (اور اس مسئلہ میں تو خود علماء کو بھی تسلیم ہے)، تو اس کے مقابلے میں دوسرے امام فقہ کا مسلک اختیار کیا جا سکتا ہے جو زمانے کے تقاضوں کے زیادہ مطابق ہو۔ لیکن اس بارے میں احادیث سے جو واقعہ پیش کیا جاتا ہے تاریخی لحاظ سے وہ واقعہ ہی سرے سے محل نظر ہے۔ یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی شادی کی عمر کے متعلق ہے کہ آپ کی شادی ۹ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اسماء الرجال کی کتابوں کی اگر ورق گردانی کی جائے تو یہ واقعہ ہی سرے سے مشکوک ہو جاتا ہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کی بڑی (علاتی) بہن تھیں۔ ان کے متعلق صاحب مشکوٰۃ علامہ شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب اپنی مستند کتاب "اکمال فی اسماء الرجال" میں لکھتے ہیں۔

> یہ اسماء ہیں ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی۔ ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے جس رات حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی، اپنے پٹکے کو پھاڑ کر دو حصے کئے تھے۔ اس کے ایک حصے میں توشہ دان کو باندھا اور دوسرے کو مشکیزہ پر باندھا، یا اس کا پٹکا بنا لیا تھا۔ اور یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ہیں۔ مکہ میں اسلام لائیں کیا

جاتا ہے کہ اس وقت صرف سترہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ سے دس سال بڑی تھیں ..... ایک سو سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اس وقت ۷۳ھ تھا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں"۔

(اکمال فی اسماء الرجال)[1]

وفات کے وقت یعنی ۷۳ھ میں ان کی عمر سو سال تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہجرت کے وقت اُن کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ حضرت عائشہؓ ان سے دس برس چھوٹی تھیں۔ اس لئے حضرت عائشہؓ کی عمر ہجرت کے وقت سترہ سال بنتی ہے۔ شادی ۲ھ میں ہوئی تھی اس لئے شادی کے وقت آپ کی عمر انیس سال کی ہوئی۔

یہ ہے صغر سنی کی شرعی حیثیت۔ ہماری بہنیں جواب ماشاء اللہ کافی حد تک بیدار ہو چکی ہیں، ان حضرات سے پوچھنے کا حق رکھتی ہیں کہ نابالغ بچیوں کے شادی کے بارے ان کا کون سا مسلک اسلامی ہے؛ وہ جو حقوق الزوجین میں درج ہے یا وہ جو انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے عائلی قوانین کے نفاذ کے بعد اختیار کیا ہے۔ ووٹ دینے سے پہلے ان سے یہ وضاحت کرانی بڑی ضروری ہے۔

---

[1] طلوع اسلام میں اس موضوع پر بھی تفصیلی طور پر لکھا جا چکا ہے۔ (طلوع اسلام)

بقیہ نقد و نظر (مسلسل از صفحہ ۷۶)

نے مصنف کو بھی ایک بیٹی عطا کی تو اس کا قلم "طاہرہ" جیسے ناول کا تانا بانا بننے میں لگ گیا۔ وہ بیٹی کا ہر روپ دکھاتا ہے اور زندگی کے نشیب و فراز سے گزار کر دکھاتا ہے کہ بیٹی کن حیران کن صلاحیتوں کی امین ہے، اور موقعہ ملنے پر کیا کچھ کر گذرنے کی اہل ہے۔ بیٹی کو ازلی مظلوم اور بے چارہ سمجھنے والے ذہن شاید بیٹی کے اس کردار پر حیران ہوں لیکن معاشرے میں عورت کے کردار کو کما حقہ سمجھنے والے اس سے بہتر اور متنوع کردار کو بھی خارج از بحث نہیں سمجھیں گے۔ عنایت اللہ نے بیٹی کی عظمتِ کردار کو ہی اجاگر نہیں کیا ہے بلکہ روزمرہ کی زندگی میں طرح طرح کی روئی کا پہاڑ بن جانے والی باتوں کا تجزیہ کر کے ان کو قابلِ فہم اور قابلِ حل بنا دیا ہے ناول کے کردار معاشرے کے چلتے پھرتے کردار ہیں اور فضا پاکستانی ہے۔ ناول نفسیاتی مطالعہ بھی ہے اور معاشرتی بھی۔ بازار میں ایسے ناولوں کی کمی نہیں جو معاشرتی اور نفسیاتی ہونے کے دعویدار ہیں لیکن "طاہرہ" ان سے مختلف اور منفرد قسم کا ناول ہے۔ کتابت و طباعت میں ناشرین نے عمدگی ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ اس اعتبار سے ۲۴۰ صفحات کی اس مجلد کتاب کی قیمت پندرہ روپے زیادہ نہیں۔